قاری سعید الرحمن

آخری چار دن

یہ ۱۳/اکتوبر ۱۹۷۷ء جمعرات کا دن تھا' حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے ساتھ ان کے دورۂ قاہرہ کے انتظامات کے سلسلہ میں ایک دفتر جانا تھا۔ راستہ میں عرض کیا کہ: میں آپ سے جلد رخصت ہو جاؤں گا' اس لئے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری آج کراچی سے تشریف لا رہے ہیں' ان کے استقبال کے لئے ایئرپورٹ جانا ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا: بہت اچھا۔ میں اپنے ایک دوست پیر عبدالقیوم شاہ کی کار میں ایئرپورٹ گیا' کچھ دیر بعد معمولی تاخیر سے جہاز آ گیا۔ حضرت بنوری مع اپنے صاحبزادہ محمد بنوری اور رفیق سفر مولانا تقی عثمانی تشریف لائے۔ مسکراتا ہوا باوقار چہرہ، طبیعت ہشاش بشاش' متانت اور روحانیت کا عجیب امتزاج۔

چونکہ جہاز کی آمد میں کچھ تاخیر ہو گئی تھی' اس لئے حضرت نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ: اتنی انتظار کر کے تم نے بڑی تکلیف کی' حالانکہ تکلیف کیا؟ حضرت کی تشریف آوری ہمیشہ ہماری خواہشوں اور مسرتوں کا باعث ہوتی' کیا معلوم تھا کہ یہ سفر حضرت کا آخری سفر ہے اور اس سفر کا اختتام مسرت کی بجائے رنج والم، فراق وفغان پر ہوگا۔

آپ چونکہ اسلامی مشاورتی کونسل میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے' اس لئے سرکاری گاڑی لینے کے لئے آئی تھی' میں اپنے ساتھی پیر عبدالقیوم صاحب کی گاڑی میں بیٹھنے لگا۔ حضرت نے فرمایا: نہیں' ہمارے ساتھ بیٹھو اور آئے ہوئے سرکاری نمائندوں کو دوسری گاڑی میں بیٹھنے کو فرمایا۔ یہ صرف حضرت کی محبت وشفقت کا اظہار تھا جو قدم قدم پر حاصل رہی۔ اسلام آباد جاتے ہوئے مختلف ہلکی پھلکی بات چیت ہوتی رہی۔ اسلام آباد کی مین روڈ پر جب بھی کار موڑ پہنچتی تو حضرت اس منظر کی بڑی تعریف فرماتے۔ بارہا فرمایا کہ: مرحوم صدر ایوب خان ایک صاحب ذوق انسان تھے' اسلام آباد ان کے حسن ذوق کی نشانی تھی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب ہم گورنمنٹ ہاسٹل اسلام آباد پہنچے۔ کمرہ نمبر ۳ حضرت کے لئے منتخب کیا گیا۔ حضرت کی طبیعت میں نفاست اور

صفائی بہت زیادہ تھی‘ ہر چیز کو قرینہ اور ترتیب سے رکھنا طبیعت ثانیہ بن گئی تھی‘ اس کمرہ کے قرینہ اور ترتیب کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا اور ازراہ شکوہ فرمایا کہ: پہلی مرتبہ جس کمرہ میں قیام تھا‘ اس میں صفائی بالکل نہیں تھی‘ جس کی وجہ سے طبیعت مانوس نہیں ہورہی تھی۔

چند منٹ ضروری حوائج سے فارغ ہوکر گیارہ بجے اسلامی مشاورتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے‘ اس دن صبح وشام دونوں اجلاس میں حضرت نے شرکت فرمائی‘ رات عشاء کے وقت ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت نے اجلاس کی کارروائی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا اور ایک گونہ پیش رفت پر اظہار اطمینان فرمایا۔ حضرت کی خدمت کے لئے اپنے ایک دوست حافظ محمد رفیق صاحب کو متعین کردیا تھا‘ جن کے خادمانہ جذبہ اور دلچسپ طبیعت کی وجہ سے حضرت ان کو ”یا رفیق نعم الرفیق“ کہہ کر پکارتے۔ مولانا غلام حیدر صاحب مبلغ تحفظ ختم نبوت اسلام آباد بھی ہروقت خدمت کے لئے مستعد رہے۔

جمعہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ مشاورتی کونسل کے اجلاس میں صبح ساڑھے نو بجے تشریف لے گئے جو تقریباً ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہا‘ واپسی پر نماز مرکزی جامع مسجد اسلام آباد میں مولانا عبداللہ صاحب کے یہاں ادا فرمائی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص ہیں۔ تقریر مولانا محمد تقی صاحب نے فرمائی۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اکثر جب پنڈی تشریف لاتے تو جمعہ کی تقریر اکثر ہمارے یہاں جامعہ اسلامیہ میں فرماتے یا مرکزی مسجد اسلام آباد میں‘ اس بار حضرت کی طبیعت کی کمزوری اور کونسل کے اجلاس میں مشغولیت کی وجہ سے عرض نہیں کیا۔ عزیز محمد بنوری حضرت مفتی محمود صاحب سے ملاقات اور ان کا خطبہ جمعہ سننے کے لئے ہمارے یہاں آگئے تھے‘ جمعہ کے بعد چونکہ مفتی صاحب کو قاہرہ روانہ ہونا تھا‘ اس لئے جمعہ کے بعد مفتی صاحب نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ٹیلیفون پر طویل گفتگو کی‘ دورۂ قاہرہ کے سلسلہ پر بعض شخصیات کے بارے میں دریافت کیا‘ کچھ ہدایات اور معلومات حاصل کیں۔ حضرت مفتی صاحب اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بڑے خلوص، محبت اور احساس جوہر شناسی پر مبنی تھا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے مشوروں سے نوازتے رہے‘ کراچی میں ہمیشہ مفتی صاحب کا قیام مدرسہ نیوٹاؤن میں رہتا۔

میں اور عزیزم محمد بنوری مفتی صاحب کو ایئرپورٹ رخصت کرنے کے بعد اسلام آباد آگئے۔ عشاء تک حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا انتظار کرتے رہے‘ مگر کونسل کا یہ اجلاس کافی طویل ہوگیا اور ساڑھے نو بجے کے بعد تک جاری رہا۔ حضرت پونے دس بجے تقریباً تشریف لائے۔ مولانا مفتی زین العابدین صاحب (لائل پور) اور جناب میاں الحاج محمد اقبال صاحب ڈیم ایم ملز والے جن کو اپنے اکابر علماء سے بڑی محبت وعقیدت ہے‘ ملاقات کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ چار پانچ گھنٹہ مسلسل اجلاس میں شرکت کے باوجود حضرت کے چہرہ

پر ھکان کے کوئی تاثرت نمایاں نہیں تھے،ان حضرات نے تخلیہ میں چند منٹ ملاقات کی اور تشریف لے گئے۔

حضرت سے میں نے عرض کیا کہ نماز پہلے پڑھیں گے یا کھانا تناول فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ: جمعہ کے بعد جب میں آیا تو ایک تو ساتھ کوئی تھا بھی نہیں اور بھوک بھی نہیں تھی، اس لئے اس وقت کھانا نہیں کھایا۔ اب بھوک ہے۔ پہلے کھانا کھائیں گے بعد میں اطمینان سے نماز پڑھیں گے۔ میں اپنے یہاں سے کھانا لے گیا تھا۔ حضرت نے بڑے شوق سے تناول فرمایا۔ دوران گفتگو چند اہم دینی امور پر تشویش کا اظہار فرمایا اور اس بارے میں مجھے فرمایا کہ: جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے ملاقات کے لئے کل کوئی وقت مقرر کرلو۔ ان سے کچھ اہم معاملات پر گفتگو کرنی ہے، میں سوا گیارہ بجے حضرت سے رخصت ہوا، صبح حسب معمول حضرت رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے لئے اٹھے اور فجر تک اذکار و اوراد میں مشغول رہے۔ نماز فجر کے بعد مولانا غلام اللہ خاں صاحب، مولانا عبدالستار صاحب، قاری محمد امین صاحب اور حاجی محمود صاحب حاضر ہوئے، حاجی محمود صاحب اپنے گھر سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ناشتہ لے گئے تھے۔ کافی دیر بعد بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ واپس آئے، طبیعت پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ بڑی مشکل سے چارپائی تک پہنچے، ہاتھوں میں تناؤ کی کیفیت تھی۔ فرمارہے تھے کہ: ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی میرا گلہ دبا رہا ہے، حضرت اپنے گلہ کو دبا رہے تھے۔ حضرت کے تلمیذ مولوی حسین علی صاحب نے آہستہ آہستہ گلے کی مالش کی، جس سے کچھ سکون محسوس ہونے لگا، لیکن درد کی کیفیت تھی۔ مجھے عزیز محمد بنوری نے فون کیا کہ حضرت کی طبیعت خراب ہے اور فرمارہے ہیں کہ: جنرل صاحب سے ملاقات کے لئے وقت نہ لیں۔ سب پروگرام منسوخ کردیئے گئے ہیں۔

حضرت کو فوری طور پر پولی کلینک ہسپتال لے جایا گیا، ڈاکٹر شوکت صاحب نے معائنہ کیا، مرض (دورۂ دل) تشخیص کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ ہسپتال میں داخل ہوجائیں، مگر حضرت نے فرمایا کہ: میری طبیعت اس وقت ٹھیک ہے، اپنی جگہ جاکر آرام کرلوں گا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی رپورٹ پر بھی یہ لکھ دیا تھا کہ حضرت ہسپتال میں داخلہ کے اصرار کے باوجود اس وقت داخل نہیں ہوئے، چنانچہ واپس گورنمنٹ ہاسٹل تشریف لے آئے، ڈاکٹری ہدایات کے مطابق آرام فرمانے لگے، تقریباً ایک بجے حضرت پر دوبارہ دل کا شدید دورہ پڑا۔ یہ دورہ ایسا شدید تھا کہ حضرت تڑپ اٹھے، کروٹیں بدل رہے تھے، اضطراری حالت میں باربار فرمارہے تھے کہ: یہ نئی کیفیت ہے۔ اور استغفر اللہ العظیم کا ورد باربار بلند آواز سے جاری تھا۔ پسینہ اتنا آیا کہ حضرت کے کپڑے اور بستر گیلے ہوگئے، جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب صدر اسلامی مشاورتی کونسل اور برادرم مولانا محمد تقی صاحب اور مولانا مفتی سیاح الدین صاحب بھی اس وقت تشریف لے آئے تھے، جسٹس محمد افضل صاحب نے راولپنڈی کے بڑے فوجی ہسپتال سی ایم ایچ میں داخلہ کے لئے متعلقہ حکام سے رابطہ قائم کیا،

چنانچہ ڈھائی بجے حضرت کو ہسپتال لے گئے' کمزوری اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ حضرت خود نہیں اٹھ سکتے تھے۔ اسٹریچر پر لٹا کر ایمبولینس لے جایا گیا۔ ایمبولینس میں راقم، عزیز محمد بنوری اور مولوی حسین علی سوار تھے' دوسری گاڑی میں جسٹس چیمہ صاحب، مولانا مفتی سیاح الدین صاحب، مولانا محمد تقی صاحب اور دیگر حضرات تھے۔

سی ایم ایچ میں حضرت کو آئی ٹی سی یونٹ میں داخل کیا گیا' ممکنہ علاج معالجہ کا اہتمام کیا گیا' رات کو کچھ طبیعت سنبھل گئی۔ مولانا مفتی زین العابدین صاحب، میاں محمد اشرف صاحب (پشاور) عیادت کے لئے تشریف لائے' ہسپتال کے لان میں حافظ محمد رفیق صاحب اور مولوی صدیق حسین علی صاحب رات بھر موجود رہے' تاکہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو دقت نہ ہو۔ اتوار کی صبح کو بھی ڈاکٹروں نے حالت تسلی بخش بتلائی۔ مولانا محمد ایوب جان صاحب بنوری اور محترم خالد بنوری (حضرت کے داماد اور بھانجے) بھی پشاور سے پہنچ گئے تھے' کراچی بھی بیماری کی اطلاع دے دی تھی' چنانچہ حضرت کے دیرینہ رفیق سردار میر عالم خاں لغاری اور حضرت کے معالج خصوصی ڈاکٹر عبدالصمد صاحب کراچی سے راولپنڈی پہنچے' علالت کی اطلاع اخبار میں آگئی تھی' اس لئے دور دراز سے لوگ خیریت دریافت کرتے رہے۔

رات ۹ بجے راقم نے حضرت کی زیارت کی' بظاہر مجھے طبیعت اچھی معلوم ہوئی۔ حضرت نے بھی فرمایا کہ: اب میں اچھا ہوں۔ صرف صبح ۹ بجے سر میں درد محسوس ہو رہا تھا۔ حضرت کے چہرہ پر اس وقت میں نے جو نورانیت، رونق اور جمال محسوس کیا' اس کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ عرض کیا کہ: حضرت سب لوگ دعائے صحت کر رہے ہیں' کراچی اور پشاور کے احباب کی آمد کی اطلاع دی' عزیز محمد بنوری کے بارے میں بھی ذکر کیا۔ حضرت نے چند دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔ حضرت سے پوچھا کہ: کسی چیز کی ضرورت یا کوئی تکلیف ہے؟ طبیعت میں چونکہ حیا انتہا درجہ تھی، فرمانے لگے: باپردہ کموڈ کی تکلیف تھی' اب اس کا بھی اہتمام کردیا گیا ہے۔ چند چیزیں اپنی منگوائیں' جو خدمت میں پیش کردی گئیں۔ کیا معلوم تھا کہ یہ حضرت سے آخری ملاقات ہے اور چند گھنٹوں بعد حضرت سفر آخرت پر تشریف لے جا رہے ہیں۔

رات ۱۱ بجے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے اپنے دوسرے ساتھی ڈاکٹروں کے ہمراہ حضرت کا معائنہ کیا' علاج کو قابل اطمینان پایا' لیکن دل کے شدید دورہ کی وجہ سے یاس و تسلی کے ملے جلے جذبات کا اظہار ہو رہا تھا۔ ہم سب رات بارہ بجے تک ہسپتال میں رہے' چونکہ اس یونٹ میں اندر جانے اور رہنے کی اجازت نہیں تھی' اس لئے ہسپتال والوں نے کہا کہ: آج طبیعت کل رات سے اچھی ہے۔ باہر بھی کسی کے رہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت پڑے گی تو ٹیلی فون پر مطلع کردیں گے۔

مگر اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا اس میں کسی انسان کا کیا دخل؟ حضرت پر ۱۷ اکتوبر بروز سوموار ۵ بجے کے

قریب آخری دورہ پڑا، جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اس موقع پر موجود ڈاکٹروں نے دوا دینی چاہی، مگر بقول اس وقت موجود اسٹاف کے حضرت نے فرمایا کہ ”ہمیں تو مہمان لینے کے لئے آگئے ہیں۔ اب دوائی بس کریں اور ہم تو چلے۔“ یہ کہہ کر ذرا بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھا اور السلام علیکم کہہ کر قبلہ کی طرف منہ کرلیا اور اپنے محبوب حقیقی سے اس کی راہ میں اس کے دین کی تڑپ اور جدوجہد میں جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہسپتال کی طرف سے پہلے اطلاع مارشل لاء حکام اور پھر جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب کو ملی اور ان کے ذریعہ سے ہم سب کو اطلاع ملی، چنانچہ ہم سب ہسپتال پہنچے۔ لغاری صاحب اور ڈاکٹر عبدالصمد صاحب پہلے ہسپتال پہنچ گئے تھے، سب مدارس میں اطلاع دے دی گئی۔ راولپنڈی اور دوسرے شہروں میں اطلاع کا کام قاری محمد یعقوب صاحب کے سپرد کردیا۔ حضرت کی میت جامعہ اسلامیہ لائی گئی۔ تدفین کے بارے میں مشورہ ہوا۔ کچھ حضرات کی رائے آبائی شہر پشاور میں تدفین کی تھی۔ کراچی جس میں حضرت نے اپنا آخری اور زرین دور گذارا ہے اور جہاں حضرت کی امیدوں کا مسکن مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن ہے، اطلاع دی گئی اور تدفین کے بارے میں ان سے مشورہ ہوا۔

مدرسہ نیوٹاؤن کے اساتذہ کرام اور مسجد کمیٹی نے باہمی مشورہ سے مدرسہ میں قبر کی جگہ کا انتخاب کیا، ڈھائی بجے کے جہاز سے روانگی طے پائی، اسی مناسبت سے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جارہا تھا، پہلے ایک بجے نماز جنازہ کا اعلان کیا، راقم اور لغاری صاحب پی آئی اے میں روانگی کے انتظامات اور دوسرے سلسلوں میں کچھ دیر مصروف رہے، ریڈیو سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر کا اعلان بارہ بجے سے مسلسل ہوتا رہا، جہاز میں ۴ اور پھر ۵ بجے تک تاخیر کی وجہ سے نماز جنازہ میں تاخیر کردی گئی اور بعد ظہر ۳ بجے کا اعلان کردیا گیا۔ راولپنڈی، اسلام آباد اور قرب و جوار کے شہروں سے متعلقین پہنچنا شروع ہوگئے۔ علماء، صلحاء اور اتقیاء کا عجیب مجمع تھا، ہر شخص عالم اضطراب میں تھا۔ اس اچانک حادثہ کی وجہ سے ہر شخص ساکت وصامت حیرانگی سے ایک دوسرے کو تسلی دینے کی کوشش کررہا تھا کہ غم کسی ایک کا نہ تھا، بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا تھا، ہر شخص تعزیت کا مستحق تھا۔

علماء اس لئے تعزیت کے مستحق کہ ان کی صفوں کا سپہ سالار داغ مفارقت دے گیا، طلباء اس لئے کہ ان کا مربی اور مشفق نہ رہا، عوام اس لئے کہ ان کا رہنما اور بے لوث خادم اسلام دنیا سے منہ موڑ چکا تھا۔ صوفیاء اس لئے کہ سوز و گداز کا مجسمہ آج ان میں رہا، جدید طبقہ اس لئے کہ مسائل حاضرہ کا اسلامی حل پیش کرنے والا اللہ کے حضور پہنچ گیا، ایک صحافی کی کیفیت ابھی تک ذہن میں ہے۔ وہ جامعہ اسلامیہ کے مین گیٹ کے ساتھ کھڑے ہوئے رو رہا تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے کہا کہ: مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ہم یتیم ہوگئے۔ میرے خیال میں اس صحافی کو ایک آدھ مرتبہ ہی کہیں حضرت سے ملاقات ہوئی ہوگی، لیکن محبت کا یہ عالم۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دینے میں مولانا عبدالرشید صاحب، مولانا عبدالستار صاحب، مولانا محمد رمضان صاحب اور قاری محمد

یعقوب صاحب، مولانا نثار اللہ صاحب، مولوی محمد بشیر صاحب مدرسین جامعہ اسلامیہ نے شرکت کی۔ نماز ظہر سے قبل بڑا اجتماع ہوگیا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب (اکوڑہ خٹک) کو بھی ٹیلی فون پر اطلاع دے دی گئی، وہ بھی تشریف لے آئے تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (سرگودھا) مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی، مولانا محمد ایوب جان بنوری، مولانا محمد شریف (ملتان) کے علاوہ گوجرانوالہ، لائل پور، جہلم، گجرات، پشاور، کیمبل پور ہزارہ کے سینکڑوں علماء وصلحاء جنازہ میں پہنچ گئے تھے۔

نماز ظہر سے قبل مولانا غلام اللہ خان صاحب نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی وعلمی زندگی پر پردرد انداز میں روشنی ڈالی۔ ٹھیک تین بجے مولانا عبدالحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، آدھ گھنٹہ تک لوگ دیدار کرتے رہے۔ ڈھائی بجے تابوت بند کردیا گیا۔ ۴ بجے ایئرپورٹ روانہ ہوئے۔ کراچی جانے والوں میں راقم، برادر مکرم مولانا محمد تقی صاحب، عزیز محمد بنوری، مولانا محمد ایوب جان صاحب بنوری، عزیز خالد بنوری، جناب سردار میر عالم خان صاحب لغاری اور ڈاکٹر عبدالصمد صاحب شامل تھے۔ جہاز سوا چھ بجے راولپنڈی سے روانہ ہوا۔ کیا یہ عجیب معاملہ ہے، جن فضائی راستوں سے اللہ کا یہ مجاہد ہزاروں میل اسلام کی سربلندی کے لئے سفر کرتا رہا، آج وہی جہاز حضرت کی میت کو لئے ہوئے اڑتا جارہا تھا۔ قرانی آیت ''وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس بای ارض تموت'' کا مشاہدہ ہورہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو شہادت کے مرتبہ سے نوازنا تھا کہ غریب الوطنی میں خدا کے دین کے لئے سفر اور وہیں اپنے یہاں بلاوا۔

۸ بجے کراچی جہاز پہنچا۔ ہزاروں انسانوں کا ہجوم آج امنڈ آیا تھا، ہوائی جہاز تک ایمبولینس کا انتظام تھا، تابوت اس میں رکھا گیا۔ حضرت کے خصوصی خدام اس میں سوار ہوئے، سینکڑوں موٹروں کا جلوس پھیلا ہوا مدرسہ نیوٹاؤن کی طرف رواں دواں تھا۔ کراچی کے لوگوں کی عقیدت ومحبت کا اندازہ میں نے اس دن لگایا۔ لوگ ایمبولینس کو ہاتھ لگاتے اور دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ ۹ بجے مدرسہ نیوٹاؤن پہنچے۔ تابوت کو گھر لے جایا گیا اور میت مبارک کو تابوت سے نکال کر دیدار کرایا گیا۔ نیوٹاؤن مسجد کا صحن اپنی وسعت کے باوجود لاکھوں عقیدت مندوں کے لئے تنگ ہوگیا تھا۔ ساڑھے نو بجے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جائے قبر کا انتخاب اساتذہ، مدرسہ اور مسجد کمیٹی کے مشورہ سے مدرسہ کے دارالاقامہ کے مغربی حصہ میں کیا گیا، جس مدرسہ کی تعمیر وترقی میں حضرت نے زندگی کا اہم دور صرف کیا۔ آج اسی کے ایک گوشہ میں آرام فرمارہے ہیں۔

ان للہ مااخذ ولہ مااعطی.